رجسٹرڈ نمبر

عام چندہ سالانہ پیشگی چار روپے (للعہ)

ہفتہ وار اخبار جو ہر انگریزی ماہ کی ۶-۱۳-۲۰-۲۷ تاریخوں کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

فاروق

بمقام قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

جلد ۱۰ مورخہ ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۲۵ء مطابق ۱۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۳ھ نمبر ۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مبارک باد

خدا کے فضل و کرم سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی تیسری شادی ۱۲ اور ۱۳ اپریل کی درمیانی شب میں بعد مغرب مسجد اقصےٰ میں سیدہ سارہ خاتون سلمہا اللہ تعالیٰ بنت حضرت اخویم مولوی سید ابوالمجد عبدالماجد صاحب بھاگلپوری سے ایکہزار روپیہ مہر پر ہوئی۔ حضور نے خود خطبہ نکاح پڑھا مولویصاحب ممدوح کیطرف سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب قبلہ کو اجازت آگئی تھی۔ اللہ عزوجل اس مبارک نکاح کو خاندان رسالت اور حضرت امیر المومنین اور تمام قوم کیلئے نہایت ہی برکات اور رحمتوں کا موجب بنائے۔ اور سیدۃ النساء سارہ بیگم کے خاندان کیلئے بھی ہر ایک خیر و خوبی کا ذریعہ ہو۔ خاکسار ایڈیٹر فاروق اپنے اور تمام ناظرین فاروق کیطرف سے حضرت امیر المومنین اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اور تمام خاندان رسالت کے حضور مبارکباد پیش کرتا ہے اور بالخصوص حضرت قبلہ مولوی سید عبدالماجد صاحب کو جن کی دیرینہ دعاؤں کا یہ ثمر ہے مبارک باد عرض کرتا ہے۔ (خاکسار ایڈیٹر)

(۲) حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی صحت بفضلہ تعالیٰ روز افزوں ترقی پر ہے۔ احباب دعاؤں میں لگے رہیں۔

(۳) مجلس شوریٰ کا جلسہ ۱۱-۱۲ اپریل کو بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ جسمیں پنجاب اور سندھ۔ بمبئی۔ بنگال۔ اڑیسہ۔ دکن وغیرہ کی احمدیہ جماعتوں کے نمائندے شامل تھے۔ (۴) چونکہ ۱۲ اپریل کا پرچہ بوجہ ڈاکخانہ سے منظوری نہ آنے کے دیر سے ڈاکخانہ میں ڈالا گیا تھا اسلئے یہ پرچہ بھی اس سے دو روز بعد پوسٹ کیا جاتا ہے۔

نظم

درود دیوار پر رحمت کی بارش کر یا کردے

خدا فضل عمر کا دین و دنیا میں بھلا کردے
سدا رحمت ہو تیری اسپہ اسکے بال بچوں پر
الٰہی آبپاشی ہو رہی ہے اس کے ہاتھوں سے
پلاتا ہے ہمیں جام محبت اور شریعت یہ
سکھاتا ہے ہمیں تقوےٰ ترا فضل عمر پیارا
الٰہی رحم ہو تیرا مسیحا کے گھرانے پر
بشیر احمد شریف احمد میاں ناصر مظفر سب
الٰہی طاقتیں دے تا کریں ہم دین کی خدمت
مری اک التجا تجھ سے ہے یہ فضل عمر پیارے

الٰہی آسماں پر اس کا عالی مرتبہ کردے
الٰہی فضل سے پورا تو اس کا ہر دعا کردے
مسیحا کی زراعت ہے اسے یارب ہرا کردے
الٰہی رحمتوں کے در تو اس دلبر پہ وا کردے
ہمارا حشر میں ساتھی اسے ہی ایخدا کردے
درود دیوار پر رحمت کی بارش کر یا کردے
انہیں بھی دین احمد کا الٰہی پیشوا کردے
ہماری روح میں روشن تو نور مصطفےٰ کردے
مجھے حسنات سے حصہ ملے بس یہ دعا کردے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارا نصب العین!

(از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ)

سال رواں کے شروع میں ۲ر جنوری ۱۹۲۵ء کو جو خطبہ جمعہ حضرت امیر المومنین فضل عمر ایدہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اسمیں الٰہی تحریک کے ماتحت احمدی جماعت کا جو نصب العین اور فرض مذہبی اس سال کے لئے بتایا گیا ہے۔ وہ حضور نے سنا دیا جسکا ہر ایک احمدی مخاطب ہے۔ اس لئے میں اسکو نظرین فاروق کی یاد دہانی کیلئے نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ احباب اپنے فرض سے باخبر ہو کر اس کی ادائگی کیلئے ہمہ تن تیار ہو جائیں۔

حضور نے فرمایا

نیا سال مبارک ہو

نیا سال شروع ہو گیا ہے اور جو بھی نیا سال آتا ہے وہ نئی ذمہ واریاں اپنے متعلق ساتھ لاتا ہے۔ گذشتہ سال سلسلہ کے جو کام ہوئے وہ ہماری قوتوں اور ہمتوں سے بڑھکر تھے۔ اور ان میں بہت سے ایسے کام بھی ہیں جن میں خدا کے فضل سے ہم کو بڑی کامیابیاں ہوئیں۔ مگر وہ کامیابیاں ہماری اپنی کوشش کا نتیجہ نہیں۔ محض خدا کے فضل اور اس کے رحم اور احسان سے ہوئیں۔ اور ایسے بھی بہت سے کام ہیں۔ جن میں ہماری اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں سے روکیں پیدا ہو گئیں ہماری ہر کوشش اور ہر ایک جد و جہد اور ہر ایک قدم جو ہم خدا کی راہ میں اٹھاتے ہیں۔ اور ہمارے تمام ارادے جو اعلاء کلمۃ اللہ کیواسطے ہوتے ہیں۔ وہ سب ایک بیج کی طرح ہیں جس کے نتائج اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں ہمیں علم نہیں کہ آئندہ سال کیا ہوگا۔ اور کیا کیا خدا کے فضل اور اس کے انعام ہمراہ لائیگا۔ اس لئے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ اس سال کو ہمارے لئے مبارک کرے اور وہ خود ہمارا ناصر ہو۔ ہمارے ہر قدم کو لغزشوں سے بچائے۔ اور اپنی تائید اور نصرت ہمارے شامل حال فرمائے۔ ہمارے تمام اعمال ہماری زبانیں اور ہمارے دل اور جوارح ہمارا حال اور قال سب اس کے منشاء اور ارادوں کے ماتحت ہو۔ ہمیں ہر کام کے سامان بھی میسر ہوں اور ہماری ہر کوشش بارآور اور بابرکت ہو۔ اور ہر ایک لحاظ سے ہمارا مستقبل ماضی سے اعلیٰ اور اکمل اور ارفع ہو۔ (آمین)

خدا کا بتایا ہوا نصب العین

جسطرح ہر سال اپنے ہمراہ کام لاتا ہے۔ اسیطرح ہر انسان کو بھی ہر سال اپنے لئے کوئی نہ کوئی نصب العین مقرر کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی۔ اس نئے سال کیلئے اپنے واسطے کوئی نیا نصب العین ٹھہرانا ہے۔ پچھلے سالوں میں جہانتک ہم نے اپنے لئے نصب العین مقرر کئے اور ہمیں جسقدر کامیابی ہوئی خدا تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ گذشتہ سالوں میں تو میرا یہ دستور رہا ہے۔ کہ میں آپ ہی کوئی، نہ کوئی نصب العین ہر نئے سال کیلئے مقرر کرتا رہا ہوں۔ مگر آج میں وہ بات کہتا ہوں جو مجھے بتائی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہمارا خدا چاہتا ہے کہ

"ہم بار بار اور دور دور ملکوں میں خدا کی مقرر کردہ سلامتی کے دین کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچا دیں ہمارے رب نے یہ ارشاد کیا ہے اگرچہ یہ حکم ہمیشہ کیلئے ہے مگر اس کی حکمت یہی چاہتی ہے کہ اس نئے سال کیلئے اسکو ہم اپنا نصب العین ٹھہرالیں۔ کہ اسکے سچے دین اور پاک تعلیم کو بار بار دنیا کے کونے کونے میں پہونچا دیں اور اس فرض کی ادائگی میں ہم کسی انسان سے نہ ڈریں۔ یہی حکم اس پیدا کرنیوالے نے ہمیں دیا ہے۔"

کیا خبر ہے کہ خدا کے علم میں یہ سال دوسرے سالوں سے بڑھکر ہماری کامیابیوں کا سال ہو۔ اور شاید یہ سال گذشتہ سال سے اپنے نتائج کے لحاظ سے بڑی شان رکھتا ہو۔ اور ایسے لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوں اور ایسی طور سے داخل ہوں۔ کہ گذشتہ سالوں میں اس کی نظیر نہ پائی جاتی ہو۔ گو مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ اسی سال یہ کرو۔ یہ میرا استدلال ہے۔ کہ اس سال ہمیں تبلیغ کے کام کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔

سلسلہ احمدیہ کا ہر فرد مبلغ بنجائے

پس جماعت کے ہر فرد کو مبلغ بنکر پوری کوشش تبلیغ میں کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ۔ جہانتک بھی اس کی طاقت اور استعداد ہو وہاں تک اسکو علم حاصل کر کے خدا کی تعلیم اور اس کے احکام و ہدایات کو دنیا میں پھیلانا چاہیئے۔ تا خدا کا جلال ظاہر ہو۔ اور مخلوق اخلاص سے اس کی بادشاہت کو قبول کرے۔ دنیا کے لوگ اپنی نادانی سے دوسرے کاموں میں مجو اور مشغول ہیں۔ اور اپنی نفسانی خواہشوں اور ہوا و ہوس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی دنیاوی ترقی اور جاہ و جلال میں کوشاں ہیں۔ خدا کرے کہ ہمارے دلوں میں اگر کوئی فکر یا خواہش ہو تو وہ محض اس کے دین کی اور اس کی اشاعت کی فکر ہو۔ اور ہمیں توفیق ملے کہ ہم پیش از پیش اشاعت و تبلیغ دین کی کوشش کر سکیں۔ اور ہمیں بار بار اس خدمت کا فخر حاصل ہو۔ آمین

فاروق

یہ تڑپ ہے جو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے دل میں ہے۔ یہ تمنا اور آرزو ہے جو حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کی ہے۔ یہ عزم اور استقلال ہے جو سیدنا اولوالعزم خلیفۃ المسیح الثانی میں روز افزوں دیکھا جاتا ہے خدا کرے کہ ہم سب کو اس نصب العین کو پورا کرنے کی خدا سے توفیق ملے۔ تاکہ خدا ہم سے راضی ہو جائے۔

حضرت ممدوح ایدہ اللہ نے مبلغین کیلئے جو ہدایات فرمائی تھیں جنمیں بتایا گیا ہے۔ کہ کس طرح تبلیغ کرنی چاہیئے۔ کن کو تبلیغ کرنی چاہیئے۔ مبلغ کے کیا کیا فرائض ہیں۔ مبلغ میں کیا کیا اوصاف ہوں۔ کس طرز سے تبلیغ موثر ہوتی ہے۔ یہ تمام مکمل امور "ہدایات زریں" کے نام پاکٹ سائز پر طبع ہو چکے ہیں۔ ہر ایک احمدی کو جو تعلیم یافتہ ہیں۔ اور وہ بحکم خلیفۃ المسیح مبلغ ہیں۔ ان ہدایات کو اپنے پاس رکھنا اور بار بار مطالعہ کر کے اسپر عمل کرنا ضروری ہے۔ ۱۲ر مع محصول ڈاک ہیں

دفتر فاروق سے طلب کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار فاروق

قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ر اپریل ۱۹۲۵ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نایاب مکتوب!

خاکسار ایڈیٹر فاروق کو جب سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے تب سے ہی یہ خواہش رہی ہے کہ حضور مرسل اللہ مسیح الانبیاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو بھی پرانی تحریر یا اشتہار کسی جگہ سے دستیاب ہو حاصل کرے۔ چنانچہ بفضلہ تعالےٰ میں اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوا۔ کہ پہلے تو حضرت صاحبؑ کے اشتہارات جمع کرنے کی دھن میں لگا اور لگاتار چودہ سال تک کی شبانہ روزی جستجو سے تمام اشتہارات اپنوں اور بیگانوں کے پاس جا جا کر جمع کر لئے۔ اور توفیقہ تعالےٰ اس نایاب خزانہ کو کتابی صورت میں محفوظ کر دینے کا موقعہ پایا اور موجودہ وقت تک ۱۸۸۵ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک کے اشتہارات سات جلدوں میں "تبلیغ رسالت" کے نام سے طبع کر دئے جو قریباً ایک ہزار صفحہ میں ہیں۔ اور دفتر فاروق سے ساتوں جلدیں بقیمت ۷ سات روپے معہ محصول ڈاک مل سکتی ہیں۔ اس کے بعد دہلی کے ایک سفر میں مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۱۸۸۸ء کے دو خط مطبوعہ ملے ہیں۔ جنکو مکتوب الیہ نے (جسکا نام مولوی امام الدین پنشنر منصف فاتح الکتاب المبین ہے جو توریت موجودہ کو واجب العمل غیر منسوخ شدہ مانتا تھا۔) خود رسالہ کیصورت میں بمقام لاہور ۱۸۹۹ء میں طبع کرایا۔ اور اس رسالہ کا نام "خط و کتابت مولوی محمد امام الدین پنشنر منصف با مرزا غلام احمد قادیانی" رکھا۔ میں سلسلہ کی تاریخ محفوظ رکھنے اور ناظرین فاروق کی علمی واقفیت کیلئے ذیل میں نقل کرتا ہوں مولوی امام الدین صاحب نے خو خط لکھا تھا اسکا خلاصہ پہلے دیکر آگے حضرت صاحب کا جواب نقل کرونگا اور دوسرا خط جو اسی سلسلہ میں حضرت صاحبؑ نے مولوی امام الدین صاحب کو لکھا وہ انشاء اللہ اگلے پرچہ میں طبع کرونگا۔ (ایڈیٹر)

خلاصہ خط مولوی امام الدین

جناب مرزا غلام احمد صاحب۔ میں کچھ عرصہ سے آپ کے اذکار سنتا ہوں اور آپ کی کتاب براہین احمدیہ کا پہلا حصہ بھی دیکھا تھا۔ چونکہ بعض بعض فقرات مندرجہ آپ کی براہین احمدیہ میں ایسے ایسے تھے۔ کہ جن میں آپ کیطرف سے بڑی ہی تعلّی پائی جاتی تھی۔ اور بعض بعض دعاوی بھی آپ کے ایسے ہی سنے جاتے تھے کہ جن کو انبیاء نے بھی نہیں کیا۔ اس لئے میں کبھی یہ ارادہ نہ کر سکا۔ کہ آپ کو دیکھوں یا آپ سے خط و کتابت کروں۔

اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے اس قرآن عربی کے ذریعے سے مجھپر ایسا ظاہر ہوا ہے۔ کہ شرائع منزّل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کے۔ اور نیز دوسری کتابیں منسوخ نہیں ہیں۔ بلکہ واجب العمل ہیں۔ اور یہ قرآن عربی تو شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کے اور معہ جملہ کتب مقدسہ سابقہ کے بمنزلہ ایک کتاب کے ہے۔ اس لئے شرائع منزل من اللہ سابقہ پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور قرآن عربی کے احکام واجب کی تعمیل سے سرخروئی بھی اسی میں ہے۔ الا احادیث پر عمل کرنے سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ بہت سی احادیث ایسی بھی ہیں۔ جو قرآن عربی کے بھی برخلاف ہیں حالانکہ بخاری اور مسلم کی ہیں۔

اسیطرح آراء مجتہدین سے بھی استفتاء نہیں چاہیئے۔ کیونکہ شریعت حقہ کا مقرر کرنا محض اللہ جل شانہ کا ہی کام ہے۔ اور سوائے ذات الٰہی کے اور کسی بھی نبی کا کام نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اور اور لوگ بھی جو انبیاء کے درجہ سے نیچے کے ہیں اس امر کے مجاز ہوں کہ جو کچھ چاہیں بحیثیت دین حق احکام جاری کر دیں۔

یہی میرا دعوےٰ ہے جو بیان ہو چکا اور قرآن عربی سے ثابت بھی ہے میرے اس دعوےٰ سے اگر اختلاف ہو تو عند اللہ تشریف لائے اور تعمیل حکم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سرخروئی حاصل کیجئے۔

میرے پاس شیخ غلام قادر ساکن قصبہ کمالیہ نے ذکر کیا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قرآن عربی میں کئی ایک آیات اس مضمون کی موجود ہیں۔ کہ جن سے یہ ثابت ہے کہ شرائع منزل من اللہ سابقہ منسوخ ہیں۔ اور بپروان قرآن عربی تابع شرائع منزل من اللہ سابقہ کے نہیں ہیں۔ اس لئے مکلف ہوں کہ آپ براہ مہربانی کوئی بھی آیت تو قرآن عربی کی ایسی تحریر کریں کہ جسمیں واضح طور پر پایا جاوے کہ شرائع منزل من اللہ سابقہ منسوخ ہیں۔ اور انپر عمل کرنے کی اب کچھ ضرورت نہیں رہی اب شریعت جدید مل گئی ہے۔

شیخ غلام قادر وغیرہ اشخاص کی ترغیب کا یہ اثر ہوا کہ میں نے آپکو یہ خط لکھا اور دین اسلام حق کی دعوت کی اور جواب کا منتظر ہوں۔ والسلام

۲۲ر اپریل ۱۹۰۹ء۔ روز یکشنبہ

محمد امام الدین فاتح الکتاب المبین

ملخصاً بلفظہٖ از منٹگمری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ ہے خلاصہ بالفاظ مولوی امام الدین صاحب فاتح الکتاب المبین کے خط کا اس کا جواب حضرت مرسل ربانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل رقم فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی۔ مکرمی السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہونچا۔ میری نسبت جو آن مکرم خودستائی وانکبار یا کسی بے جا ادعا کا ظن رکھتے ہیں۔ اس ظن کی بنا صرف بے خبری و ناواقفیت پر ہے۔ بہتوں نے نبیوں کی نسبت بھی ایسے ہی ظن کئے۔ پھر جب کسی وقت صحبت میسر آئی تو جسکو حق کے ساتھ مناسبت تھی خدا تعالےٰ نے اس کی وساوس دور کردئے سو اگر آپ صحبت سے ہی دور رہیں اور ملاقات سے کارہ تو پھر اس بیماری کا کیونکر علاج ہو۔ دعا بھی انہیں لوگوں کے حق میں قبول ہوتی ہے کہ جو اپنے تعصب اور سوءظن کو کچھ کم کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو انکار میں غایت درجہ غلو تھا ان کو اولوالعزم رسولوں کی توجہ اور دعا بھی کچھ سودمند نہ ہوئی۔

اور آپ اپنے وساوس کے دور کرنے کے لئے مجھے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ میرے گمان میں اس آرزو کی بنیاد اخلاص پر نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ میری ملاقات سے بھی کارہ ہیں۔ تو آپ کو میری ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیگی۔ میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ آپ ایک رسالہ مستقلہ اپنی رائے اور خیال کی تائید میں چھپوا کر میرے پاس بھیجدیں۔ مگر رسالہ ایسا ہونا چاہیئے جسمیں وہ سب دلائل مندرج ہوں۔ جنپر بتائید اپنے دعوے کے آپ زور دیتے ہیں۔ اس طور کی بحث سے پبلک کو بہت فائدہ متصور ہے۔ اور ہر ایک منصف کو بآسانی رائے لگانے کا موقع مل سکتا ہے۔

آپ کی رائے میں قرآن شریف پہلی کتابوں کا اس طور سے متمم و مکمل ہے کہ جو کچھ پہلی تحریرات سے کچھ زیادہ بیان کرنا قرین مصلحت تھا صرف وہ امر زائد یا کسی قدر مفصل قرآن شریف نے بیان کر دیا ہے۔ مگر دوسری ہزارہا صداقتیں کہ جو اچھی طرح پہلی کتابوں میں بیان ہو چکی تھیں وہ قرآن شریف میں پائی نہیں جاتیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے یہی ارادہ کیا ہے کہ ان کا اعادہ قرآن شریف میں ضروری نہیں۔ ان کے لئے پہلی کتابوں کی تلاوت لازم پکڑنی چاہیئے ورنہ ایمان اور علم اور عمل ناقص رہیگا۔ اب ایک دانشمند سوچ سکتا ہے۔ کہ اگر خدا تعالےٰ کا یہی ارادہ تھا اور قرآن شریف درحقیقت ایک ناقص کتاب تھی۔ اور اس کی تکمیل اس تمام مجموعہ کتب پر موقوف تھی۔ جو حضرت آدم سے لیکر تمام متفرق قوموں کے نبیوں پر نازل ہوئی ہیں۔ تو چاہیئے تھا کہ خدا تعالےٰ وہ تمام کتابیں روئے زمین کی مسلمانوں کے لئے میسر کر دیتا۔ یا قرآن شریف میں ان کی نام بتلا دیتا۔ مگر اس نے تو بجز حضرت موسےٰ کی کتاب توریت اور حضرت داؤد کی کتاب زبور اور صحف ابراہیم اور انبیاء کے اور کسی کتاب کا نام بھی نہیں بتلایا اور جن کتابوں کا نام بتلایا اس کے ساتھ یہ دل توڑنے والی خبر بھی دیدی کہ وہ تمام کتابیں محرف اور مبدل ہیں۔ غرض اگر آپ کا یہ دعوےٰ صحیح ہے تو اول وہ دنیا کی تمام کتابیں آپ جمع کر کے ہمکو دکھلاویں جن کی شمول والحاق پر قرآن شریف کی تکمیل موقوف ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوں تو پھر قرآن شریف ناقص رہجاتا ہے۔ میری دانست میں آپ نے ایک ایسا فضول اور بے بنیاد دعوےٰ اپنے ذمہ لیا ہے۔ جس کا ثبوت آپ کے لئے محال اور ممتنع ہے۔ بینات قرآنی سے آپ کیوں بھاگتے ہیں۔ کیا کبھی قرآن شریف کی تلاوت کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ سو جس حالت میں اللہ جل شانہ آپ فرماتا ہے کہ تمام پاک صداقتیں جو پہلی کتابوں میں تھیں اس کتاب میں درج ہیں۔ تو آپ ایسی جامع کتاب کو کیوں نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں۔ آپ کیلئے یہ طریق بہتر ہے کہ چند پاک صداقتیں کسی پہلی کتاب کی جو آپ کے گمان میں قرآن شریف میں نہیں پائی جاتیں۔ اس عاجز کے سامنے پیش کریں۔ پھر اگر یہ عاجز قرآن شریف سے وہ صداقتیں دکھلانے میں قاصر رہا تو آپ کا دعوےٰ خود ثابت ہو جائیگا۔ کہ ایسی ضروری اور پاک صداقتیں قرآن شریف میں نہ پائی گئیں۔ ورنہ آپ کو اس غایت درجہ کی بے ادبی سے توبہ کرنی چاہیئے۔ کہ جس کتاب کا نام اللہ جل شانہ نے جامع الکتب اور نور مبین رکھا ہے آپ اس کتاب کو ناقص ٹھہراتے ہیں۔ آپ کو ابتک یہ بھی خبر نہیں کہ خود یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام کے اقرار سے ثابت ہے کہ پہلی کتابیں جو دنیا کے لوگوں پر نازل ہوئی تھیں کچھ تو ان میں سے بتمامہا نابود ہو گئیں۔ اور کچھ تحریف کی گئیں۔ اور کچھ ناقص رہ گئیں۔ اور اب بصحت و کاملیت و جامعیت دستیاب ہونا ان کتابوں کا محال ہے۔ پس آپ قرآن شریف کی کاملیت کو محال پر موقوف رکھکر ایک زہرناک فتنہ میں لوگوں کو ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ آپ کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ اور عنقریب آپ کو ندامت کے ساتھ اس مفسدانہ اعتقاد سے رجوع کرنا پڑے گا۔

زیادہ کیا لکھوں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۸ اپریل ۱۸۸۸ء

دوبارہ اطلاع جن احباب کو فاروق کی خریداری منظور نہ ہو۔ وہ اب بھی جبکہ دوسرا پرچہ انکے نام بھیجا گیا ہے۔ بذریعہ کارڈ دفتر فاروق میں اطلاع کر دیں۔ کہ ان کے نام اخبار نہ بھیجا جائے۔ ورنہ انکو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حدیث قرطاس اور حضرات شیعہ

نمبر ۱

اسلام میں جس قدر فرقے ہیں۔ ان میں سے دو بڑے مشہور گروہ سُنی اور شیعہ کے ہیں۔ ان دونوں کا مذہبی جنگ وجدل صدیوں سے چلا آتا ہے شیعہ صاحبان کا اصول دینی بلکہ بنا د مذہب ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرّا بازی ہے۔ اور خلفائے راشدین المہدیین رض پر طرح طرح کے مطاعن اور ازواج مطہرات سرور کائنات کے حق میں نارو اور نازیبا حملے کرنا عین دینداری اور راست شعاری ہے۔ بڑی بڑی کتابیں جانبین سے مطاعن صحابہ اور ان کی تنزیہ میں شائع ہوئیں۔ مگر مجال کیا کہ پر نالہ ذرا بھر جگہ سے ہٹایا جائے احدیت سے قبل جبکہ مجھے اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا تھا میری توجہ اکثر اوقات شیعہ صاحبان کے اعتراضات بر صحابہؓ سننے اور ان کے جوابات حضرات اہل سنت کیطرف سے حاصل کرنے اور پھر باہمی تبادلہ خیالات کرتے رہنے پر مبذول رہتی تھی۔ خدا کے فضل سے میں نے اپنے علم و بساط کے مطابق کافی معلومات مذہب شیعہ کی حاصل کر کے اونکے افہام و تفہیم پر قدرت پالی تھی۔ فللہ الحمد

میں نے ادنے سے لیکر اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اثنا عشریہ سے جب بھی کسی مذہبی مسائل اختلافیہ مابین شیعہ و سنی میں گفتگو کی تو بجز قصۂ قرطاس اور قضیۂ فدک اور غصب خلافت اور اسقاط محسن کے اور کوئی واویلا اور رونا نہیں سنا۔ حال میں جو میں سالانہ جلسہ انجمن احمدیہ دہلی پر گیا تو اس سفر میں مجھ سے ایک دوست نے قصۂ قرطاس کے متعلق سوال کیا میں نے وقت کے لحاظ سے ان کو جواب دیا۔ اور مفصل لکھنے کا وعدہ کیا۔ لہذا میں اس کے مطابق آج کسیقدر تفصیل کے ساتھ مگر اختصار کو مدنظر رکھکر عرض کرتا ہوں۔ اور قرطاس کا قصہ چکاتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

قلم دوات لاؤ

حدیث قرطاس شیعوں میں ایک معرکۃ الآرا روایت سمجھی جاتی ہے جسکو بخاری اور مسلم نے اپنی صحاح میں نقل کیا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے مرض الموت میں بروایت ابن عباس صحابہؓ کو جو حضورؐ کے حجرہ مبارکہ میں حاضر تھے۔ اپنی وفات سے چار دن پہلے بروز جمعرات خطاب فرمایا۔ کہ میرے پاس قلم دوات لاؤ۔ کہ میں تمہارے واسطے ایک تحریر لکھدوں تاکہ میری وفات کے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان سنکر صحابہ حاضرین میں قلم دوات کے لانے اور نہ لانے کے متعلق اختلاف ہوا۔ اسپر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسوقت آنحضرتؐ کو شدت مرض اور درد کی تکلیف ہے۔ حسبنا کتاب اللہ قرآن شریف ہمارے لئے کافی ہے۔ جو ہمارے پاس ہے۔ حضرت عمر رض کی اس بات کو سنکر بعض صحابہ رض حاضرین نے حضرت عمر رض کے قول کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ نہیں حضورؐ جو قلم دوات مانگتے ہیں ضرور لانی چاہیئے۔ غرض باہمی صحابہ رض میں شور و شغب ہونے لگا۔ اسی اثناء میں کسی نے یہ بھی کہا کہ کیا واقعی آنحضرتؐ کو ہذیان اور اختلاط کلام ہو رہا ہے۔ پھر حضورؐ سے پوچھو۔ دیکھو کہ حضور کیا ارادہ فرماتے ہیں۔ اسپر ان میں سے بعض صحابہؓ نے دوبارہ آنحضرتؐ سے اس کلام کا اعادہ چاہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ کیونکہ پیغمبروں کے سامنے جھگڑا اور شور و غل لائق نہیں۔

پس اس تحریر کا لکھنا اس جھگڑے اور پرخاش سے موقوف ہو گیا۔

یہ ہے قصۂ قرطاس جو روایات صحیحہ اہل سنت کے موافق شیعوں کا آماجگاہ ہے۔ اور شیعہ صاحبان یوں اربعہ جماتے ہیں۔

مطاعن شیعہ

اس روایت سے حضرت عمر رض پر حضرات امامیہ چار بڑے اعتراض اور طعن کرتے ہیں۔ جو اس طرح ہیں۔

۱۔ عمر رض نے آنحضرتؐ کے قول اور حکم کو رد کر دیا۔ حالانکہ آنحضرتؐ کا ہر قول وحی الٰہی ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنی یہ رسول خواہش نفس سے نہیں بولتا۔ مگر وحی الٰہی سے جو اس کی طرف کیجاتی ہے۔ پس عمر رض نے وحی کو نہ مانا اور رد وحی کفر ہے۔ اور اطاعت رسول کا حکم خدا نے دیا تھا کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الآیۃ مگر عمر رض نے خدا کے حکم کے خلاف کیا اور رسول کی اطاعت نہ کی کہ قلم دوات کاغذ حاضر کر دیتا۔ پس یہ صریح کفر ہے۔

۲۔ آنحضرت صلعم کی طرف ہذیان اور اختلاط کلام منسوب کیا۔ حالانکہ انبیاء ایسے امور سے معصوم ہیں۔ اور جنون و ہذیان انبیاء پر جائز نہیں۔ عمر رض نے یہ سخت گستاخی اور بے ادبی کی ہے۔ اور نبی کی گستاخی اور بے ادبی کفر ہے۔

۳۔ آنحضرتؐ کے حضور بلند آواز سے شور کرنا اور جھگڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور بحکم قرآن ناجائز جیسا کہ خدا نے قرآن میں حکم دیا کہ یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ط

یعنی اے مومنو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ اور نہ اونچی بات کرو۔ اس کیلئے جس طرح آپسمیں تم ایک دوسرے کے ساتھ زور سے بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال کھوئے جائیں اور تم بے خبر رہو۔ پس عمر رض نے اس حکم الٰہی کے خلاف کر کے کفر کیا اور نافرمانی کی۔

۴۔ عمر رض نے امت کی حق تلفی کی۔ کیونکہ اگر وہ کتابت تحریر میں آجاتی۔ جو آنحضرتؐ باذنہٖ گمراہی امت لکھنی چاہتے تھے۔ تو امت گمراہی سے محفوظ رہتی۔ اور اب جو اختلاف اور مراسیگی اصول و فروع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں امت محمدیہ کے لاحق حال ہو رہی ہے۔ اس سب کا دبال عمرؓ کی گردن پر ہے۔ جسکا اس سے مواخذہ ہوگا۔ یہ ہے وہ زور دشور کا اربعہ جو شیعہ صاحبان نے اس کاغذ قلم دوات کے بارے میں حضرت امیر المومنین عمر ابن خطاب خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ پر جمایا ہے۔ اب بجواب قولہ میں اس کا جواب لکھتا ہوں۔ ناظرین فاروق اس کو غور سے ملاحظہ فرماکر میرے حق میں دعاء خیر کریں۔

یاد رکھنی کی تین باتیں!

"ائتونی بقرطاس" یعنی کاغذ قلم لاؤ کا ارشاد آنحضرت صلعم نے کب فرمایا۔ اور کہاں فرمایا۔ اور کن کو فرمایا؟ یہ معلوم ہو جانے کے بعد بہت جلد تمام اعتراضات امامیہ صاحبان کا دفعیہ ہو جائیگا۔ سو واضح رہے۔ کہ حضور انور نے اپنی وفات سے بقول امامیہ پانچ دن پہلے بروز جمعرات فرمایا اور حضور رض کا بروایات شیعہ پانچویں دن بروز دوشنبہ وصال ہوا۔ گویا دوات قلم مانگنے سے چار دن بعد تک حضور زندہ رہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے پہلی بات۔

دوسری بات کہ یہ ارشاد کہاں کیا؟ مسلمہ فریقین ہے۔ کہ حضرت اپنے حجرہ مبارکہ میں علیل رہے۔ اور وہاں ہی وفات پائی۔ نہ کہ حضرت عمر رض کے گھر میں یا کسی اور کے مکان میں۔ یہ ہے دوسری بات۔

تیسری بات کہ حضور نے یہ خطاب کسی خاص شخص کا نام لیکر کیا یا تمام حاضرین فی الحجرہ سے یہ امر بھی مسلم الطرفین ہے۔ کہ تمام حاضرین وقت سے جن میں کہ حضرت علی رض اور حضرت عباس رض و دیگر اہل بیت معہ اکابر صحابہ رض کے تھے۔ خطاب تھا نہ کسی خاص شخص سے۔ یہ ہے تیسری بات

ان تین امور کے جان لینے سے یہ امر آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قلم دوات کاغذ یوم وفات سے چار دن پیشتر اپنے حجرہ مبارکہ میں بایام مرض الموت ان تمام حاضرین سے جو اس وقت حضور کی عیادت اور تیمارداری کیلئے موجود تھے۔ طلب فرمایا تھا۔ نہ کسی خاص شخص کا نام لے کر جو اسی کو مورد طعن قرار دیا جائے۔ لہذا ان اعتراضات چہارگانہ کا نشانہ نہ صرف حضرت خلیفہ ثانی ہی بن سکتے ہیں بلکہ حضرت عباس رض اور خود بدولت جناب علی مرتضیٰ رض بھی برابر کے حصہ دار بلکہ کسیقدر بڑھکر جوابدہ اور ذمہ دار اور مورد اعتراض ہیں۔

فافہم وتدبر ولا تکن من الغافلین

حضرت علیؓ بھی ملزم ہیں

لو ذرا ہوش کرکے سنو!

کہ آنحضرت صلعم مرض الموت میں مبتلا ہیں۔ اور اکابرین صحابہؓ و اہل بیت آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ ان کی طرف حضور خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ ائتونی بقرطاس یعنی قلم دوات کاغذ لاؤ۔ کیوں لاؤ؟ اس لئے کہ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی یعنی میں تمہارے لئے ایک کتاب (تحریر) لکھدوں تاکہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ یہ ارشاد مبارک سب حاضرین صحابہؓ و اہل بیتؓ نے سنا اور سنتے ہی وہ سب دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ ان میں سے یہ کہنے لگا کہ قلم دوات لاؤ اور تحریر لکھوالو۔ دوسرا گروہ مانعین کا ہو گیا۔ جس نے کہا کہ شدت مرض میں حضور کو تکلیف دینا ضروری نہیں۔ ہمارے لئے حسبنا اللہ کتاب اللہ" اللہ کی کتاب قرآن کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دو گروہوں میں سے حضرت علی رض اور حضرت عباسؓ بھی ایک گروہ کے ساتھ ہیں۔ اگر وہ حسبنا کتاب اللہ کہنے والے مانعین گروہ میں ہیں۔ تو وہ بھی سب اعتراضات وارد کے سہام نیچے ہیں جس طرح حضرت عمر رض کو ملعون کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی وہی طور کر دیا۔ اور آنحضرت صلعم کے روبرو شور و شغب کے مرتکب ہو کر خدا اور رسول کی نافرمانی کی اور اطاعت رسول جو فرض تھی۔ اس کو ترک کرکے حضرت عمر رض کی اطاعت کی۔ پس جو جواب حضرات شیعہ حضرت علی کی بریت میں پیش کرینگے۔ وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔

چار دن کی مہلت

صحابہ رضی اللہ عنہم اسی وقت بحکم آنحضرت صلعم اٹھکر چلے گئے اور ان کے چلے جانے کے بعد چار روز تک رات دن تخلیہ اور بیباک موقعہ حضرت علی رض کیواسطے موجود تھا۔ ان چار دنوں میں ہی کیوں نہ حضرت علی رض نے قلم دوات دیکر خلافت نامہ لکھوالیا۔ کیا حضرت عمر رض ہر وقت وہاں بیٹھے رہتے تھے۔ یا انکا رعب ایسا غالب تھا کہ ایسی ضروری چیز جسپر امت کی گمراہی و ہدایت منحصر تھی۔ ان کی غیبت میں نہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب رض لکھوا سکے۔ نہ خدا کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہی دوبارہ اسپر آمادہ ہوا۔ آخر کون سا امر مانع رہا۔ کہ اتنی لمبی مہلت چار روزہ میں بھی یہ ہدایت نامہ یا بزعم امامیہ خلافت نامہ لکھایا لکھوایا نہ گیا۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ کوئی ضروری اور وحی الٰہی کی بات نہ تھی۔ بلکہ نہایت معمولی تھی۔ جو حسبنا کتاب اللہ" کی آواز کے نیچے دب گئی۔ اور آنحضرت کو اطمینان ہو گیا۔ کہ درحقیقت خدا کی کتاب کافی ہے اس کے ہوتے گمراہی ناممکن ہے۔ اس لئے آپ نے پھر یہ ارادہ نہ فرمایا۔ ورنہ کوئی شخص آپ کو مانع نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر ایسا نہیں تو سنو!

بروئے اصول شیعہ آنحضرتؐ پر الزام

حضرت امامیہ کے اصول پر خود شاہ دوجہان آنحضرت صلعم پر بھی بڑا اعتراض آتا ہے۔ کیونکہ شیعہ صاحبان فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت جو کچھ لکھنا چاہتے تھے وہ وحی الٰہی اور امر ربانی سے لکھتے تھے۔ مگر حضرت عمر رض نے آپ کو اس کام سے روک دیا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت کا باوجود وحی الٰہی ہونے کے اس اظہار وحی سے بخوف عمر رض باز رہنا اور ایسے وقت میں جبکہ آپ اپنی رسالت کا کام اختتام کو پہونچا کر اپنے محبوب حقیقی سے جا کر ملنے والے ہیں۔ اس آخری پیغام الٰہی کو جسپر امت کی ہدایت کا مدار تھا۔ امت کو نہ پہونچانا فرض رسالت کی ادائگی میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ ناقابل تلافی کوتاہی ہے۔ جسکا خمیازہ تاقیام قیامت تمام اہل بیت عظام اور امت خیرالانام اور دوازدہ امام اور چہاردہ معصوم اور شیعان علی علیہ السلام کو اٹھانا پڑا۔ اگر آپ اُس آخری پیغام الٰہی کو جس کے لئے آپ مامور تھے۔ امت کو پہونچا دیتے۔ تو کیوں یہ گمراہی پھیلتی۔ کہ ؎

ترکیفان بادہ ہا خوردند در رفتند
تہی خم خانہ ہا کردند در رفتند

کسی نے خلافت چھین لی۔ کسی نے فدک دبالیا کسی نے خانہ فاطمۃ الزہرا پر لکڑیاں لیجاکر مکان پھونکنا دینا چاہا۔ کسی نے دروازہ کے کواڑ گرا کر بضعۃ الرسول کو ایسی ضرب پہنچائی کہ محسن جیسی پاک روح کا اسقاط ہوگیا۔ یہ سب کچھ باصول شیعہ رسولؐ خدا کے پیغام الٰہی اور وحی آسمانی اور رسالت ربانی امت کو نہ پہونچانے سے ہوا۔ جس کی جوابدہی آپ کے ذمہ ہے۔ کیونکہ آپ کو خدا کا صاف اور صریح حکم تھا کہ

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ

اے رسول پہونچادے جو کچھ تیری طرف خدا نے نازل کیا ہے۔ اگر تو نے خدا کا پیغام جو امت کے لئے تیری طرف نازل ہوا ہے۔ امت کو نہ پہونچایا تو تو نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور پھر ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر پیغام الٰہی اور وحی ربانی کے پہونچانے میں تجھے کسی کا خوف ہو یا تو ان لوگوں سے ڈر کر حق رسالت نہ ادا کرسکے تو میں تیری حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔ واللہ یعصمک من الناس میں تجھے لوگوں سے بچاؤں گا۔ عمرؓ کیا ہے اگر ساری دنیا بھی رسولؐ خدا کو پیغام الٰہی کے پہونچانے میں مانع ہوتی تو وہ خدا کا پہلوان جس کی حفاظت خدا نے اپنے ذمہ لی تھی۔ ممکن نہ تھا کہ وہ خدا کا پیغام پہونچانے سے رک جاتا۔ مگر کیا شان ہے۔ حضرت عمرؓ کی کہ جس کے ایک حسبنا کتاب اللہ کہنے سے

(معاذ اللہ) ڈر کر آنحضرتؐ نے خدا کا آخری پیغام نہ پہونچایا۔ حالانکہ چار دن تک آپ کو اچھا خاصہ موقعہ اس تبلیغ رسالت کا بعدم موجودگی حضرت عمرؓ حاصل رہا۔ مگر آپ نے پھر نام ہی نہ لیا۔ کہ لاؤ قلم دوات میں تمہیں وہ کتاب لکھدوں۔ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ امت کی گمراہی آنحضرتؐ نے پسند کی حضرت علیؓ کی حق تلفی گوارا کی۔ (معاذ اللہ) باصول شیعہ خدا کے حکم بلغ ما انزل الیک کی نافرمانی کی۔ اپنی تمام ۲۳ سالہ خدمات رسالت کا ذرا بھی خیال نہ رکھکر فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کی تہدید کو بھی نظر انداز کردیا۔ مگر حضرت عمرؓ کے منشاء کو پورا کر دکھایا۔

شیعہ دوستو! سچ کہو! کیا آنحضرت صلعم نے بلغ ما انزل الیک پر آخری وقت میں بروز جمعرات چار دن قبل از وفات عمل کیا؟ اگر نہیں کیا تو فما بلغت رسالتہ کا کیا جواب ہے۔

یہ ہے خدا تعالےٰ کے برگزیدہ اور رضی اللہ عنہم کی ڈگری یافتہ مقدسوں پر اعتراض اور زبان طعن دراز کرنے کا نتیجہ کہ انپر اعتراض کرنے سے نہ خدا بچے نہ رسول نہ تمہارا وصی محفوظ نہ خدا کا نبی

(باقی آئندہ)

جنیو اور چھوت چھات

ہندو لوگ جو ایک دھاگہ گلے میں ڈال لیا کرتے ہیں۔ اسکو جنیو کہتے ہیں۔ گجرات پنجاب میں سوامی جی سے کسی نے سوال کیا "کہ جنیو کیوں پہنا جاتا ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ یہ دھرم کا نشان ہے اور سوائے اس کے لوگوں کے خیال میں پاخانہ کرلیا باندھنے کے بھی کام آتا ہے"

(جیون چرتر کلاں ص۳۵۵)

دیکھئے یہ روشن دماغ مہرشی اس سوت کے دھاگے کو مذہبی نشان کہتے ہیں۔ تبھی تو اس کو کپڑوں کے نیچے چھپائے رکھتے ہیں۔ اور شاید اسی وجہ سے ہی یہ مشہور ہے۔ کہ ہندو دھرم کچا دھاگہ ہے دیانند یو! یہ دھاگہ دھرم کا قدرتی نشان تو ہو نہیں سکتا۔ خود ساختہ نشان ہے۔ اس سے تو فری میسن کی طرح اگر کوئی انگوٹھی دھرم کا نشان قرار دے لیتے۔ تو اس سے بدرجہا اچھا ہوتا۔ لیکن آریوں کا سوامی عقل کا مجسمہ ہونے سے حسب عادت ویدک فلسفہ پیش کئے بغیر کہاں رہ سکتے تھے۔ آخر چابی باندھنے کا عقلی اڑنگا بھی بطور دلیل کے پیش کر ہی دیا۔ جو نہایت ہی بیہودہ اور فضول ہے۔ بتاؤ کیا یہ جنیو کی جانبداری تمہارے سنیاسی فقیر کو مہاپرشوں اور رشیوں کی فہرست میں داخل کرسکتی ہے؟

کیا ایسی عامیانہ رسوم کا پابند مذہبی دنیا میں بے تعصب راستباز اور مہارشی اور معصوم قوم قرار پاسکتا ہے؟

چھوت چھات

۱۔ آرین سوامی اگست ۱۸۷۸ء میں جب علیگڈھ تشریف لے گئے تو وہاں ایک شخص "کنور جوالا پرشاد نے ان سے سوال کیا کہ غیر قوم و مذہب والوں کے ہاتھ کا پکا ہوا یا چھوا ہوا کھانے سے ویدوکت دھرم والوں کو کچھ نقصان ہوسکتا ہے یا نہیں اور اسمیں کچھ برائی اور بھلائی ہے یا نہیں؟ سوامی جی نے جواب دیا کہ نہ کچھ برائی ہے نہ بھلائی"

(جیون چرتر کلاں ص۳۸۵)

۲۔ پھر ۱۸۷۷ء میں جب آپ لاہور پہونچے تو وہاں بھی آپنے تعلیم یافتہ گروہ جماعت کا زور دیکھکر اظہار فرمایا۔ کہ چھوت چھات کا خیال بالکل فضول اور غلط ہے۔ چنانچہ ۱۲ مئی ۱۸۷۷ء کے اخبار عام لاہور سے لیکھرام مستقول آریہ نے جیون چرتر کلاں میں نقل کیا ہے۔ کہ

"سوامی جی ہندوستان کے نو تعلیم یافتہ لوگوں سے اس بات پر متفق ہیں کہ ذات کچھ چیز نہیں ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپسمیں کھانے پینے کا پرہیز جو ان دنوں اس ملک میں جاری ہے۔ اور ایک مدت سے چلا آیا ہے وہ ان کے نزدیک جھوٹا ہے۔ ویدوں میں اس دستور کی کچھ اصل نہیں۔ رانڈوں کی شادی کر دینی اچت (لازم) ہے۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں" (جیون چرتر کلاں صفحہ ۳۰۱)

۳۔ پھر ستمبر ۱۸۷۹ء میں آپ فرخ آباد پہونچتے ہیں۔ تو وہاں کے پنڈت آپ سے سوال کرتے ہیں۔ جو جیون چرتر کلاں میں سترہواں سوال بصفحہ ۴۸۷ اس طرح معہ جواب کے درج ہے۔

"اگر محمدی یا عیسائی مت انویائی کوئی آپ کے انوسار ہے اور آپ کے مت میں ڈرہ وشودش ہو اس کا پاک کیا ہوا (یعنی پکا ہوا کھانا) بھوجن آپ اور آپ کے مت انویائی (پیرو آریہ) کر سکتے ہیں۔ (کھا سکتے ہیں۔) یا نہیں؟"

"جواب۔ سوائے ویدوں کے ہمارا کوئی مت (مذہب) نہیں ہے۔ کیا تم نے اندھیر میں گر کر کھانا پینا مل موتر (پیشاب پاخانہ) کرنا جوتی (جوتی) دھوتی انگرکھا۔ دھارن کرنا سونا اٹھنا بیٹھنا چلنا دھرم مان رکھا ہوگا! ہائے افسوس ہے کہ ان کو متی پرشوں (بیوقوف جاہل لوگوں) پر کہ جن کے باہر اور بھیتر کی درشٹی پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ جو کہ جوتا پہننا یا نہ پہننا دھرم مانتے ہیں۔ سنو اور آنکھ کھول کر دیکھو۔ یہ سب اپنے اپنے دیش بیوہار (ملکی رسوم) ہیں"۔ صفحہ ۴۸۸

آریہ دوستو! آپ نے اپنے مہارشی کا جواب سنا۔ بتاؤ کہ یہ جواب اس مثل مشہور کہ "سوال از گندم وجواب از چنا" یا "سوال از آسمان وجواب از ریسمان" کا پورا مصداق ہے۔ یا نہیں؟ کیا پنڈتوں کا یہی سوال تھا۔ کہ جوتا پہننا اور دھوتی اوڑھنا اور چلنا پھرنا۔ سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ دھرم ہے یا ادھرم؟ یا ان کا یہ سوال تھا کہ آپ اور آپ کے پیروکار کسی عیسائی یا محمدی کے پکائے ہوئے کھانے کو کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ سوال کے اس کھلے مطلب کو تو جہل وچھدر سے ٹال کر غنت ربود کر دیا۔ اور جوتہ انگرکھا پہننے کے دھرم ادھرم ہونے کا بے ضرورت ذکر لے آئے۔ یہ ہے دھینگا دھانگی سے سوال کو ٹال مٹول کر کے جواب سے گریز کرنا اور اصل سوال کا جواب نہ دینا لیکن گریز سے کام کب تک چلیگا۔ جواب دینا ہی ہوگا۔ چنانچہ دانا پوربہار میں آپ کو پھر ویسا ہی ایک سائل جونس نام عیسائی آچمٹا۔ اس نے کہا کہ

"آپ چھوت چھات کیوں مانتے ہیں۔ ہمارے ساتھ کھانے میں کیا عذر رکھتے ہیں۔ (سوامی جی) نے کہا کہ کسی کے ساتھ کھانے یا نہ کھانے میں ہم دھرم ادھرم نہیں مانتے۔ یہ سب باتیں دیش یا جاتی (ملک قوم) کے رواج سے تعلق رکھتی ہیں۔ اصل دھرم سے نہیں۔ جو سمجھدار ہیں۔ وے بھی بلا ضرورت اپنے دیش یا رواج کے خلاف کام نہیں کرتے۔ اپنے دیش بھائیوں کے رواج سے ہم بھی اس کو نہیں کرتے۔ ورنہ ہم اس کو دھرم قطعی نہیں مانتے"۔ صفحہ ۵۰۱

ان تمام حوالجات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ سوامی دیانند چھوت چھات کو مذہبی حکم نہیں مانتے بلکہ قومی اور ملکی رسم جانتے ہیں۔ اور غیر مذہب والوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانے میں کوئی برائی نہ بھلائی سمجھتے ہیں۔ بظاہر یہ فراخ دلی مگر بباطن کریہ تنگ دلی ہے۔ کہ ایک ایسی نامعقول رسم کو جس سے نہایت نقصان پہونچ رہا ہے اور غیر اقوام ہمسایہ مذہب کی دلآزاری اور حقارت ہوتی ہے۔ ایک مصلح اور دیش سدھارک جسکا فرض ایسی بدرسومات کو قوم وملک سے مٹانا ہوتا ہے۔ محض اپنے قدیم آبائی مذہب کی طرفداری میں ڈوبا ہوا کہتا ہے۔ کہ

کوئی صاحب علم کھانے اور شادی کو دھرم نہیں جانتے۔ بلکہ اس کا تعلق رواج ملک وجماعت سے ہے۔ لیکن کسی ملک یا جماعت میں رہکر کسی دوسرے مذہب والے کے ساتھ ان فعلوں میں شریک ہونا موجب نقصان ہے۔ اس لئے کرنا نامناسب ہے۔ کیونکہ جو لوگ کھانے اور شادی وغیرہ پر ہی ایمان اور بے ایمانی کو مبنی سمجھتے ہیں۔ (جیسے کہ عام ہندو۔ فاروق) انکی اصلاح ضروری ہے۔ اور اگر کوئی صاحب علم اُن سے (ان رسومات میں) علیحدہ ہو جاوے۔ (یعنی غیر مذہب والوں کے ہاتھ کا کھانے لگے۔ یا ان سے بیاہ شادی کرنے لگے۔ فاروق) تو جماعت کو اس سے نفرت ہوگی۔ اور یہ نفرت اس کے تلقین (جو کہ وہ ان کو اپنے دیانندی ویدک دھرم کی کرنا چاہتا ہے۔ فاروق) کے فائدہ اٹھانے سے محروم رکھتی ہے"

(جیون چرتر صفحہ ۷۷۵)

یہ ہے ناظرین۔ انیسویں صدی کے مہرشی کا دھرم پرچار اور دیش سدھار کہ ایک خلاف وید و دھرم رسم کو محض مسلمانوں کی دل آزاری کیلئے باوجود اس اقرار کے کہ اسکا مذہب اور مذہبی کتاب سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک قومی رسم ہے۔ چھوڑنے کیلئے نہ خود تیار رہے۔ نہ اپنے پیروؤں کو تیار کرتا ہے اور ایک (قومی) رسم سے ایسا دب جاتا ہے۔ کہ اس کی خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہیں رکھتا۔ باوجودیکہ اس کو وہ ایک غلط اور جھوٹی رسم ہی سمجھتا ہے۔ اس پر اس کو مہرشی کی ڈگری ملتی ہے۔ شیم شیم۔

تازہ پیڈو

چھوت چھات کی مکمل بحث دیکھنے کیلئے خاکسار کی کتاب مندرجہ عنوان نام کی ہر ایک غیر احمدی اور احمدی کے دیکھنے کے لایق ہے جسمیں پوری وضاحت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہندوؤں نے چھوت چھات کا مسئلہ محض مسلمانوں کی تحقیر اور تذلیل کیلئے سیاسی طور پر اختیار کیا ہے۔ تاکہ تمام تجارت ہندوؤں کی ہاتھ میں آجائے اور اس چھوت چھات سے مسلمانوں کو جس قدر اقتصادی اور مذہبی نقصان علاوہ بیعزتی اور ذلت کے پہونچا ہے۔ اسکا مدلل ثبوت اس رسالہ میں دیا گیا ہے اس کتاب کا پہلا اڈیشن ختم ہو کر دوسرا چھپ رہا ہے۔ احباب اسکو منگا کر ملاحظہ کریں۔ اور عام مسلمانوں میں اسکی کثرت سے اشاعت ہونی چاہیئے۔ ایک نسخہ کیلئے صرف ۵ر کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر دفتر فاروق سے منگا لیں۔ منیجر فاروق قادیان۔

(فاروق پریس قادیان میں باہتمام قاسم علی پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر چھپکر فاروق منزل سے شائع ہوا)